پاکستان کی سیاست پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تاریخ کے طالب علم کے لئے اور ریسرچ اسکالرز کے لئے ایک گراں قدر تاریخی خزانہ ہے۔

جس زمانہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی وہ بلڈ پریشر کے مریض تھے اور ان کی سماعت کمزور پڑ چکی تھی جس کی وجہ سے مجھے بار بار سوال کو دہرانا پڑتا تھا۔ یہ ملاقاتیں ان کی رہائش گاہ گلبرگ (لاہور) پر ہوئی۔ پہلی ملاقات ۱۱ راگست ۱۹۸۰ء کو ہوئی پھر اگلے دن ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقاتیں کئی گھنٹوں پر مشتمل ہیں۔ آخر جب تھک گئے تو مجھ سے معذرت فرمانے لگے جس کا مجھے آج تک ملال ہے کہ میں نے کیوں ان کو اتنی زحمت دی۔ ان کی بے باکانہ گفتگو سحر انگیز تھی۔ جیسا ان کا زورِ قلم تھا ویسی زبان تھی۔ امید ہے کہ ہر قاری اپنے علمی ظرف کے مطابق ان کی گفتگو سے فیضاب ہو گا۔ جماعت اسلامی کی تاریخ ان کی شخصیت کے بغیر بالکل نامکمل ہے۔

سوال: آپ نے جماعت اسلامی میں کس طرح شمولیت اختیار فرمائی؟

جواب: جب یہ لوگ (مولانا مودودی اور ان کے رفقاء) جماعت قائم کرنے کا ارادہ کر رہے تھے تو اس وقت میرے دوست مولانا منظور حسین نعمانی مجھے اعظم گڑھ سے لاہور لائے، ہم دو تین دنوں تک لاہور میں رہے۔ مولانا مودودی سے ملاقات ہوئی، ہمارے علاوہ اور لوگ بھی تھے۔ اس وقت جماعت قائم کرنے پر غور نہیں ہو رہا تھا بلکہ اس مسئلہ پر غور کر رہے تھے کہ اسلام کی خدمت کے لئے کوئی تنظیم قائم کی جائے اس طرح کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جیسے کہ ''متحدہ قومیت'' تھی۔ مولانا نعمانی میری خواہش کے خلاف مجھے لائے کیونکہ اُن سے میرے دوستانہ مراسم تھے۔ لاہور میں دو تین دن تک رہے مختلف صحبتیں رہیں۔[۱]

واپسی پر لاہور ریلوے اسٹیشن پر مولانا نعمانی نے مجھ سے پوچھا کہ اب تو تمہاری ملاقات مولانا مودودی سے ہوگئی ہے اب تمہاری کیا رائے ہے ان کے متعلق۔ میں نے جواب دینا پسند نہیں کیا رُخ بدل لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا، پھر بھی میں نے رُخ بدل لیا۔ پھر تیسری بار پوچھا۔ یہ بات لاہور ریلوے اسٹیشن کی ہے، وہ بریلی جا رہے تھے اور میں اعظم گڑھ تو میں نے غصہ میں آ کر عربی میں کہا، گاڑی کے سامنے اور ساتھی بھی کھڑے تھے تو میرے اس لہجے سے وہ کھٹک گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کچھ متاثر نہیں ہوا میں نے کہا کہ

پرویز[۲] اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پرویز کے مضامین مودودی صاحب کے پرچہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہوتے تھے اور ''عارف'' میں بھی۔ اصلاحی مضامین ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں پرویز کفر کے مضامین نہیں لکھتے تھے جیسے کہ بعد میں وہ لکھتے رہے ہیں۔[۳]

اس واقعہ کے بعد مولانا مودودی نے ایک اجتماع کیا جماعت قائم کرنے کے لئے۔ اس میں مجھے بھی دعوت دی۔ میں نہیں آیا۔ میں نے کہہ دیا کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں اس کام میں۔ لیکن ان لوگوں نے جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا اور اس میں میرا نام بھی دیدیا۔ میرا نام اخبار میں آ گیا، مولانا سید سلیمان ندوی جو کہ آخر ہمارے مخدوم تھے انہوں نے مجھے بلایا۔ جب اُن سے ملاقات ہوئی کہنے لگے کیا تم گئے تھے لاہور؟ میں نے کہا نہیں۔ اخباروں میں پھر تمہارا نام کیسے آ گیا؟ کہنے لگے کہ اخبار کو اطلاع کر دو اس کی تردید ہو جائے گی۔ میں اس کی تردید کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ جانے دیجئے تردید کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مولانا نعمانی میرے دوست تھے غالباً انہوں نے اور مودودی صاحب نے یہ بات طے کی ہو گی کہ اِس کا نام دیدو۔ دوستوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا میں پسند نہیں کرتا، اپنے دوستوں کا خیال بھی تو آدمی کرتا ہے جانے دیجئے۔ اللہ رسولؐ کی باتیں کریں گے نقصان کیا ہے؟ مودودی صاحب اور مولانا نعمانی دونوں نے مجھے وہاں گھسیٹ کر بلایا میں داخل نہیں ہوا تھا جماعت میں مجھے داخل کر لیا گیا تھا۔ میرے بغیر کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تھا، ہم جیسے لوگ مولانا[۴] کے ساتھ یونہی نہیں ہو گئے تھے۔ دیکھتے تھے ان میں صلاحیت تھی مولانا مودودی سب کچھ تھے مگر مولوی نہیں تھے۔ مولانا ابوالحسن ندوی جماعت میں آئے اور چلے گئے۔ اصل میں ان لوگوں میں مولویت تھی۔ مزاج کا فرق تھا۔ جماعت میں داخل ہو گئے لیکن اُن کی مولویت ان کے ساتھ تھی۔ بہت جلد انہوں نے محسوس کیا کہ ہم غلط جگہ پر آ گئے تو چھوڑ گئے۔ میں نے مولانا نعمانی صاحب سے کہا کہ آپ لوگ تو آئے تھے داڑھی ناپنے اگر آپ کے پیمانہ پر داڑھی پوری نہ اتری تو چلے گئے۔[۵]

سوال: مولانا مودودی صاحب کے حیدر آباد دکن سے لاہور آنے کا سبب کیا تھا؟

جواب: پنجاب کی زمین زرخیز ہے، پنجاب کے لوگ منچلے بھی تو ہیں۔ دوسری جگہوں کے لوگ ایسے

نہیں۔ پنجاب کی زمین اس طرح کی تحریک چلانے کے لئے ہمیشہ سے زرخیز رہی ہے۔ مودودی صاحب امیر آدمی نہیں تھے، غریب آدمی تھے۔ پرچے (ترجمان القرآن) کے بل بوتے پر تو چل نہیں سکتے تھے، ان کو اڈے کی ضرورت تھی۔ چودھری نیاز علی محکمہ نہر کے ملازم تھے۔ مال دار ہو گئے تھے۔ چودھریوں کی ذہنیت کو میں سمجھتا ہوں۔ راجپوتوں سے میری بھی نسبت ہے۔ چودھری چودھری بننا چاہتا ہے مذہب کا بھی اور دنیا کا بھی۔ پٹھان کوٹ میں چار پانچ کوارٹرز تھے یہ کوارٹرز اور مکانات چودھری نیاز علی نے بنوائے تھے۔ معمولی درجہ کے دو مکان تھے۔ اس قسم کے مکان میں کوئی نہ رہنا پسند کریگا۔ بہر حال احتیاج تھی، یہ سب کچھ چودھری نیاز علی نے بنوایا تھا تا کہ کچھ مولوی یہاں آ کر رہیں۔ میں چودھری عبدالرحمان کا داماد ہوں۔ میرے ساتھ ان کا نبھا نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کہ ٹھٹھرے اور ٹھٹھیرے میں معاملہ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال وہ میری عزت کرتے تھے وہ سمجھ گئے آدمی ٹیڑھا ہے۔[۶]

سوال: کیا علامہ اقبال کی طرف سے بھی کوئی تحریک تھی کہ مولانا مودودی پنجاب میں منتقل ہوں؟

جواب: اس قسم کی باتیں بالکل فضول ہیں کہ انہوں نے بلایا تھا، اقبال شاعر آدمی تھے ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ مولانا مودودی کے چیلے یہ باتیں بناتے ہیں یہ باتیں ہی ہیں۔[۷]

سوال: کیا مولانا مودودی صاحب مولانا مسعود عالم ندوی سے متاثر تھے؟

جواب: میرا تو خیال ہے کہ مولانا مودودی خود اپنے مطالعہ ہی سے متاثر ہوئے، ویسے ہر شخص پر کوئی نہ کوئی شخص اثر انداز ہوتا ہے۔ کوئی شخص ہوا ہو، ممکن ہے۔ مولانا مسعود عالم میرے دوست تھے، عرب دنیا میں مولانا مودودی کو مسعود عالم ندوی نے متعارف کرایا تھا وہ جماعت کے لٹریچر کو عربی زبان میں منتقل کرتے تھے۔[۸]

اس زمانہ میں مذہبی طبقوں میں بہت سے مسائل زیر بحث تھے جن میں بالخصوص ''متحدہ قومیت'' کے مسئلہ کا بڑا چرچہ تھا۔ اَب اس زمانہ میں اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اُس زمانہ میں مولانا مودودی بھی لکھتے تھے۔ وہ آزاد خیال، لکھنے پڑھنے والے آدمی تھے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ خود اپنے مطالعہ سے متاثر تھے۔

سوال: کیا اُس زمانہ میں اخوان المسلمین کا اثر ہندوستان میں شروع ہو گیا تھا؟

جواب: اثر تو نہیں لیکن یہ کہ بہر حال اخوان المسلمین مذہبی طبقہ میں متعارف تھے۔ ان لوگوں کا اور ان کی تحریک کا ذکر تھا۔ میں بھی اُن سے متعارف تھا۔ ان لیڈروں سے شناسائی تھی ایک ہی طریقہ کی تحریک وہ بھی تھی جس طریقے کی جماعت اسلامی کی تھی۔ ان کا تعارف زیادہ جماعتِ اسلامی ہی کے ذریعہ ہوا۔[9]

سوال: جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم ہوئی تو کیا مولانا مودودی صاحب کا اخوان المسلمین سے تعلق قائم ہو چکا تھا؟

جواب: میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ۱۹۴۱ء میں مولانا مودودی کس حد تک واقف تھے۔ اس قسم کی تحریک خالی مصر میں ہی نہیں بلکہ اور ملکوں میں بھی تھی۔ مذہبی تحریک شام وغیرہ میں تھی، انڈونیشیا میں بھی اس طرح کی تحریک چل رہی تھی۔ سعودی حکومت کے سوا وہاں تو ایسی تحریک اٹھ نہیں سکتی تھی۔

اسلام کے غلبہ کے لئے مختلف ناموں سے مختلف جماعتیں کام کر رہی تھیں۔ آپ کے ملک میں جو خاکساروں کی تحریک تھی، وہ جو لفٹ رائٹ کر رہے تھے غلبۂ اسلام کے لئے تھی۔ مشرقی صاحب[10] بھی تو بنیادی طور پر غلبہ اسلام ہی کے لئے کام کر رہے تھے چاہے آپ کو ان کی فکر سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن اس بات سے تو اختلاف نہیں کیا جا سکتا کہ غلبہ اسلام کی تحریکیں موجود ہیں۔ تفصیلات میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن اصول سے تو نہیں۔[11]

سوال: ۴۱-۱۹۴۰ء تک ہندوستان میں بڑی مذہبی جماعتیں منظر عام پر آ چکی تھیں جس میں جمعیت علمائے ہند، سرخ پوش، احرار، خاکسار اور جماعت اسلامی وغیرہ، یہ سب جماعتیں غلبۂ اسلام کے لئے کام کر رہی تھیں تو آپس میں کیوں متحد نہ ہو سکیں؟

جواب: بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اکٹھے ہونا آسان نہیں ہوتا۔ بیشک اسلام کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں مگر اپنا تشخص بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اپنی انا بھی تو کوئی چیز ہے۔[12]

سوال: مسلمان فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے مخالف ہیں کیا آپس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے؟

جواب: دین کا صحیح تصور واضح ہو تو ہو سکتے ہیں۔ واضح ہونا آسان نہیں، متحد ہونا بھی آسان نہیں۔ اب تک یہ ہوتا تھا کہ کوئی خطرہ ان کو اکٹھا کر دیتا تھا۔ ہندوؤں کے خطرہ نے پاکستان بنوا دیا۔ اب یہ ہے کہ خطرہ سے بھی اندیشہ ہے کہ متحد نہیں ہونگے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا نعرہ

الگ ہے۔ سندھیوں کا نعرہ الگ ہے۔ سرحد والوں کا الگ نعرہ ہے، بلوچستان والوں کا الگ ہے، اب تو پنجاب میں بھی نعرہ لگ رہا ہے کہ بیدار ہو پنجاب، ایسی صورت میں بہت سے ولی خاں اور سید[۱۳] پیدا ہو گئے ہیں، یہ لوگ تو بالکل ناتحقیق ہیں، شیعہ اور سنی تو کبھی ایک ہو ہی نہیں سکتے۔ خمینی بہادر نے آ کر بالکل نئی صورت حال بدل دی۔[۱۴]

سوال: قائد اعظم نے سب کو اکٹھا کر دیا تھا تو کیا کوئی عالمِ دیں اکٹھا نہیں کر سکتا؟

جواب: واقعہ یہ ہے کہ جناح صاحب کامیاب ہو گئے خطرہ کی بنا پر۔ انہوں نے واضح کر دیا کہ مسلمان قوم مٹ جائے گی اگر ''متحدہ قومیت'' کے اصول کو رد نہ کیا۔ اب جو خطرہ ہے وہ ولی خان اور جی ایم سید جیسے لوگوں سے ہے۔[۱۵]

سوال: گزشتہ گیارہ سالوں میں اسلام کی بڑی تبلیغ ہوئی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔وجہ؟

جواب: یہ زبانی تبلیغ ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کہ ضمیر فروش ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں، امریکہ چلے گئے، لندن چلے گئے۔ لوگوں پر زبانی تبلیغ کا اثر نہیں ہوتا جیسے طاہرالقادری اور ڈاکٹر اسرار جیسے جاہل۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر انسان اپنا دین، اپنا ضمیر اور اپنی خوداری بیچ دے تو پھر کیا رہتا ہے۔یہ عرب ریاستیں جو ہیں ان کے پاس دولت بہت ہے۔ حرام خوری پر پیسہ برباد کرتے ہیں۔ اتنا برباد کرتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں۔ آج کل حکومت بھی پیسہ دیتی ہے، پارٹی بھی پیسے دیتی ہے۔ نوجوان پیچھے لگ جاتے ہیں مگر کچھ نہیں ملتا۔ اب معیار بہت گر گیا ہے اب مذہبی طبقہ میں بھی کوئی عالم پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر اسرار جہاد کی اور ہجرت کی بیعت لے رہے ہیں۔ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے پہلے ہجرت اور جہاد کی بیعت لے رہے ہیں تو پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔[۱۶]

آپ کے پروں میں طاقت نہیں۔ یہ طاقت خالص گھی اور مکھن سے تو پیدا نہیں ہوتی۔ یہ طاقت ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ ایمان صحیح علم سے پیدا ہوتا ہے۔ صحیح علم غائب ہے بالکل۔ کوئی اس مسخرے (ڈاکٹر اسرار احمد) سے پوچھے کہ ہجرت کر کے کہاں جاؤ گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک امریکہ کا اسلحہ نہ ملے تو آپ جہاد نہیں کر سکتے۔ جہاد بچوں کا کھیل تو نہیں، میزائل کا زمانہ ہے۔ ڈنڈے اور لاٹھی کی تو لڑائی نہیں ہے۔[۱۷]

پڑھے لکھے لوگ صرف الفاظ سے کھیل رہے ہیں، اس سے روٹی کماتے ہیں۔ ان لوگوں کو کوڑے میں دفن کر دیا جائے تب ممکن ہے کہ اچھے لوگ پیدا ہوں۔[۱۸]

سوال: جماعت اسلامی نے جنرل ضیاء الحق کی حمایت کی تھی؟ اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: جماعت اسلامی نے انہیں آخر میں گالیاں دے کر کسر پوری کر لی۔ جمہوریت کے راستہ سے یہی آ سکتا ہے۔ ان اندھوں کو یہ بھی شعور نہیں کہ دستور کوئی دین نہیں۔ دستور تو ہے اب دستور کو سنبھالو۔ دستور کو مانو۔ محترمہ فاطمہ جناح کے حق میں جماعت[۱۹] نے فتویٰ دیدیا میں نے بڑا رگڑا ان کو۔ مگر امیر المومنین نے فتویٰ دیدیا کہ اضطرار ہے۔ لیکن ان کی پوری امت یہی کہتی رہی کہ اسطرار کی وجہ سے جائز ہو گیا ہے۔ وہ تو بڑھیا کھوسٹ تھیں اب تو یہ اس قابل ہے اس کا خیر مقدم کیجئے۔ میں جمہوریت کا مخالف ہوں پیدائشی۔[۲۰]

سوال: اسلام کو صحیح طور پر متعارف کرانے کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے آپ کا حوصلہ کافی نہیں اس کے لئے قوتِ ایماں اور قوتِ کردار کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لادینیت مسلط ہو جائے ملک پر اور وہ جارحانہ شکل اختیار کر لے۔ ورنہ ہمیشہ تو اللہ اللہ کریں۔[۲۱]

سوال: آج کل مذہبی قیادت سے لوگ بیزار ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بیزار تو ہونگے کیونکہ وہ ہے ہی بیزاری کی چیز۔ صحیح کردار، صحیح عمل، صحیح فکر اور قرآن کا صحیح فہم ہو تو بات بنتی ہے۔ آپ کے یہاں اصلی چیز تو قرآن ہے۔ اس کی کسوٹی پر صحیح دین اور صحیح عمل پیش کریں۔ اللہ تعالی کو اگر منظور ہوا تو اسباب پیدا ہو جائیں گے۔ اگر منظور نہ ہو تو اس کا بھی امکان ہے نہ ہو۔ مگر آپ عمل کرتے رہیں۔ میرا عقیدہ یہی ہے۔[۲۲]

سوال: مصر میں اخوان المسلمین کس حد تک کامیاب ہوئی؟

جواب: انہوں نے قبل از وقت جارحانہ شکل اختیار کر لی۔ جماعتِ اسلامی والے بھی اسی چکر میں پھنس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ صبر کہاں تک کیا جائے۔ اس کے لئے بڑے صبر کی ضرورت ہے۔ آپ کا تصور یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی قائم کر دے گا تو کر دے گا۔ نہیں تو اس پر قائم رہیں۔ جمال عبدالناصر نے بہانہ بنا لیا اور ان کو ختم کر دیا۔ سب سے بڑی جو مذہبی حکومت

تھی وہ سعودی تھی۔ وہاں آپ اخوان المسلمین کا نام بھی نہیں لے سکتے۔ وہاں چوروں کو ڈاکوؤں کو پناہ مل سکتی ہے مگر اخوان المسلمین کے فرد کو نہیں۔ سب سے زیادہ بیزار اخوان سے سعودی حکومت تھی، میرے قریبی دوستوں کو مصر میں پھانسی دی گئی۔[۲۳]

سوال: مولانا مودودی کے انتقال کے بعد ان کی اولاد میں جھگڑا ہوا۔ وجہ جائیداد کی تقسیم تھی یا اور کچھ معاملہ تھا۔

جواب: جائیداد کونسی تھی۔ مولانا مودودی نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی۔ وہی روپیہ ہے جو سعودی حکومت نے ان کو دیا، کافی سرمایہ ان کے پاس جمع ہو گیا تھا۔ شاہ فیصل ایوارڈ کا چھ سات لاکھ تو ملا ہے اور ظاہر ہے وہ اسلام کے لئے یا دین کے لئے نہیں ملا۔ سعودی حکومت کی اپنی سیاست تھی۔ کیا جماعت اسلامی پورے طریقے سے سعودی حکومت کی وکیل نہیں بنی رہی۔ ہر حکومت کو ایک ایسی پارٹی چاہیے جو اس کے نصب العین کو سپورٹ کرے۔ یہاں تو بریلوی اس کے بڑے مخالف ہیں تو جماعت اسلامی کو انہوں نے اس طرح سے خرید لیا۔ جماعت اسلامی ان کی کتابیں بیچتی تھی، کافی سرمایہ ان کے پاس جمع ہو گیا تھا جس پر وہ مقدمہ بازیاں کرتے رہے۔ تفہیم القرآن وغیرہ پر نزاعہ تھا۔ اس کی تقسیم پر مقدمہ بازی رہی ہو گی۔ جماعت ہی تو آخر کتابیں بیچتی ہے۔ ایک زمانہ میں ان کا ایک لڑکا میرے پیچھے پڑا تھا کہ آپ مجھے کچھ بتائیں۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ تمہارے مخالف یہ کہیں گے کہ امین احسن، مودودی کو تو شکست نہیں دے سکے اب انکی اولاد سے بدلہ لے رہے ہیں۔ ہر جماعت جو کسی کا پروپیگنڈہ کر سکتی ہے اور اس میں کچھ صلاحیت بھی ہو وہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کما سکتی ہے)، سعودی حکومت نے نہ جانے کتنا ان کو دیا ہے میرے بعد میں جو ہوا اس کا علم نہیں۔

'خلافت و ملوکیت' پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا امین احسن نے فرمایا کہ خلافت و ملوکیت نا تجربہ کاری کے طور پر لکھی تھی۔ قلم پر قابو نہیں رہا۔ جوش میں آ کر ایسی باتیں لکھ دیں۔ صحابہؓ پر تنقید کر دی۔ تنقید تو خیر میں بھی کرتا ہوں لیکن میرا انداز علمی ہوتا ہے۔ کتاب میں لب و لہجہ کی خرابی ہے۔ اس میں کوئی عیب نکالنا چاہے تو نکال لے۔[۲۴]

ریاست اور دین کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک

اسلام مجموعہ ہے اسٹیٹ اور دینی معاملات کا۔ جماعت کے اندر اب کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں ہے۔ البتہ جو گھپلا ہو گیا ہے وہ کج فہم مریدوں کی وجہ سے۔ جماعت اسلامی میں اور دوسری سیاسی جماعت میں کوئی فرق نہیں۔۲۵

جماعت اسلامی سے علیحدگی۲۶ کے سلسلہ میں مولانا امین احسن اصلاحی نے فرمایا کہ ۱۹۵۵-۵۶ء میں جماعت اسلامی ایک بہت بڑے بحران سے دو چار ہو گئی۔ مولانا امین احسن نے فرمایا ''ایمان کی بات یہ ہے کہ مجھے جماعت میں شامل کر لیا گیا، مولانا مودودی سے مجھے کبھی کوئی عقیدت نہیں رہی۔۲۷

میں نے کہا کہ اگر مولانا مودودی اپنا حکم نامہ واپس لے لیں تو میں بھی استعفیٰ واپس لے لوں گا۔ یہ پیری مریدی کا نظام نہیں۔ یہ شورائی نظام ہے۔ میں نے استعفیٰ دیدیا نہ میں راضی ہوا نہ مودودی راضی ہوئے۔ یہ کہتے رہے کہ صُلح ہو جائیگی۔۲۸

میرا مودودی صاحب سے کوئی مذہبی، دینی یا شریعی اختلاف نہیں تھا۔ مولانا ظفر احمد انصاری یقین دلاتے رہے کہ مولانا مودودی حکم نامہ واپس لے لیں گے۔ مولانا مودودی شوریٰ میں مجھ سے زیادہ موثر نہیں تھے۔ شوریٰ میں مودودی صاحب اکثریت میں تھے۔ نعیم صدیقی اور طفیل صاحب ان کے ساتھ تھے۔ میرے ساتھی سعید ملک تھے۔۲۹

مودودی صاحب میرے پاس آئے کہ استعفیٰ واپس لے لیں۔ میں نے کہا مولانا صاحب آپ نے مجھے پہچان لیا ہے میں نے آپ کو پہچان لیا۔ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ میرے آپ کے درمیان نہ یہاں ملاقات ہو گی نہ آخرت میں۔۳۰

میری آخری تقریر بڑی تاریخی تھی۔ وہ نہیں ملتی۔ میں نے مودودی صاحب کو خوب لتاڑا تھا۔ بڑی خاموشی کے ساتھ میری تقریر سنتے رہے۔ میں نے خوب لگائے گھونسے بھی کہہ سکتا ہوں جوتے بھی۔ مگر جماعت ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ سب سے شاندار تقریر تھی۔ امیر جماعت کو آخری زور دیکھا! تھا کہ میں کیا ہوں۔ آج ہی کا دن مقرر تھا آپ کے حشر کے لئے۔۳۱

حوالہ جات

۱- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۲- غلام احمد پرویز بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۹ جولائی ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۲۷ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور اسٹیبلشمنٹ ڈویژن میں کام کیا۔ آپ علامہ اقبال سے ملنے کے بعد اُن سے بہت متاثر ہوئے اور اُن سے فیض حاصل کیا۔ علمی اور ادبی دائروں سے دلی لگاؤ کی وجہ سے آپ ۱۹۳۸ء میں ماہنامہ طلوعِ اسلام کی اشاعت کو عمل میں لائے جس کی بدولت آپ نے قرآن کی تشریح و تفسیر کی اشاعت کی۔ آزادیٔ ہند کے بعد آپ نے مرکزی حکومت میں اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ بطورِ مشیر کام کیا۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں خود ریٹائرمنٹ لے لی تا کہ اپنے مذہبی اور علمی کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ آپ قلیل بیماری کے بعد بالآخر ۲۴ فروری ۱۹۸۵ء کو بتقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

۳- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۴- مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اورنگ آباد، حیدرآباد دکن میں ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۱۸ء کو بجنور اخبار میں بطور صحافی شروع کیا۔ صحافت میں رفتہ رفتہ مقام پیدا کر کے آپ ۱۹۲۰ء میں روزنامہ تاج کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ جبکہ ۱۹۲۵ء میں بیک وقت دو اخبارات روزنامہ مسلم اور الجامعہ کے ایڈیٹر بنے۔ ابتدائی طور پر آپ نے ۱۹۲۷ء میں الجہاد فی الاسلام لکھی جبکہ ۱۹۳۰ء میں مشہور کتاب دینیات لکھی۔ ہندوستان کے مسلمان اکثریتی علاقوں میں پذیرائی حاصل کرنے کے بعد آپ نے ۱۹۳۲ء میں حیدرآباد دکن سے مشہور رسالہ ترجمان القرآن کی اشاعت کو بروئے کار لایا۔ ۳۵ سال کی عمر میں آپ پٹھان کوٹ میں آ کر مقیم ہوئے اور یہاں پر دارالاسلام ٹرسٹ انسٹی ٹیوٹ میں فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے ۱۹۴۱ء کو جماعت اسلامی کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۴۳ء میں آپ نے قرآن مجید کا تفسیر بعنوان تفہیم القرآن لکھنا شروع کیا۔ آزادیٔ ہند کے بعد آپ نے جماعت کے مرکز کو لاہور منتقل کروایا۔ اپریل ۱۹۷۹ء میں آپ گردے اور دل کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ آپ علاج کروانے کیلئے امریکہ کی ریاست نیو یارک چلے گئے۔ چند آپریشن کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۵- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۶- ایضاً۔

۷- ایضاً۔

۸- ایضاً۔

۹- ایضاً۔

۱۰- علامہ عنایت اللہ مشرقی ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور خاکسار تحریک کے بانی تھے۔ آپ نے اس تحریک کی بنیاد ۱۹۳۰ء کو لاہور میں رکھی۔ اس تحریک کا مقصد ہند کو غیروں کی حکومت سے بازیابی دلانا تھی۔ آزادیٔ ہند کے دوران اس تحریک نے اپنا نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۱- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۱۲- ایضاً۔

۱۳- غلام مرتضٰی سید ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء کو ضلع سنِ دادو سندھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد شاہ کاظمی تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ملاّ مکتب سے حاصل کی جبکہ ثانوی تعلیم سن ہائی سکول میں حاصل کی جہاں پر آپ کے اساتذہ نارائن داس نے انگریزی اور مولوی اللہ بخش نے عربی اور دینی تعلیم سے نوازا۔ عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد آپ کو حامد علی جلالی نے سیاست سے متعارف کروایا۔ آپ نے ۱۹۱۹ء میں المسلمین کے نام سے ایک آرگنائزیشن بنائی جس کا مقصد سندھ کے مسلمانوں میں شعوری بیداری پیدا کرنا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں کسانوں کی فلاح و بہبود کیلیےء ایک تنظیم بنائی۔ خواتین کی بہبود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مس ہمّی مہتا (Miss Hommie Mehta) اور مس رُکمانی ایڈوانی (Miss Rukmani Adwani) سے مل کر کراچی رورل وومن ایسو سی ایشن قائم کی۔ آپ ۱۹۲۹ء میں کراچی ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کے صدر بنے۔ ۱۹۳۷ء میں سندھ قانون ساز ادارے کے رُکن کی حیثیت سے کام کیا۔ ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ علم و ادب کے کام میں بھی پیش پیش تھے۔ آپ تقریباً ۶۰ کتابوں کے مصنف بھی رہ چکے ہیں۔ آپ بالآخر ۱۹۹۵ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

۱۴- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۱۵- ایضاً۔

۱۶- ایضاً۔

۱۷- ایضاً۔

۱۸- ایضاً۔

۱۹- بنیادی طور پر ایک اسلامی سیاسی گروہ کے طور پر اس پارٹی کی بنیاد مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو رکھی۔ دوسری مذہبی پارٹیوں کی بہ نسبت جماعت اسلامی ایک منظم اور متحرک پارٹی ابھر کر سامنے آئی اور آج تک ملکی سیاست میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

۲۰- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۲۱- ایضاً۔

۲۲- ایضاً۔

۲۳- ایضاً۔

۲۴- ایضاً۔

۲۵- ایضاً۔

۲۶- ۱۹۵۵ء میں جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں ماچھی گوٹ میں سعید ملک صاحب نے جماعت کے ایک بہت بڑے فقیر شخص کے بارے میں مالی خورد بُرد کے الزامات عائد کئے تھے اور بھی دیگر حضرات کے بارے میں اعتراضات ہوئے تھے۔ ان شکایات کا جائزہ لینے کے لئے ایک جائزہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ جائزہ کمیٹی کی رپورٹ کو شوریٰ نے اپنی سفارشات کے ساتھ منظور کر لیا تھا۔ لیکن شوریٰ کے اجلاس کے بعد مولانا مودودی نے جائزہ کمیٹی کی رپورٹ کو اپنے خلاف ایک سازش قرار دیا۔ شوریٰ کے فیصلہ کو رد کر دیا۔ ارکان کمیٹی پر ایک تاریخی خط کے ذریعہ تین الزامات عائد کئے۔ سازش، گروہ بندی اور ہوس اقتدار۔ اس خط کے نتیجہ پر بُحران پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں امین احسن اصلاحی صاحب نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

جائزہ کمیٹی کے چار ارکان تھے۔ حکیم عبدالرحیم اشرف، حکیم شیخ سلطان احمد، غازی عبدالجبار اور مولانا عبدالغفار حسن۔ ان حضرات کو نوٹس دیدیا گیا کہ آپ لوگوں نے میرے خلاف سازش

کی ہے۔ آپ استعفیٰ دیں۔ اگر آپ استعفیٰ نہیں دیں گے۔ تو میں آپ کے حلقوں میں جا کر بتاؤں گا کہ آپ کو واپس بلا لیں۔ اس پر مولانا امین احسن اصلاحی نے احتجاج فرمایا اور کہا کہ آپ یہ کر نہیں سکتے۔ آپ کو یہ حق نہیں ہے، یہ ممکن نہیں کہ آپ شوریٰ کے فیصلہ کو رد کریں۔

۲۷- راقم کی مولانا امین احسن اصلاحی سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ گلبرگ لاہور، اگست ۱۹۸۰ء۔

۲۸- ایضاً۔

۲۹- ایضاً۔

۳۰- ایضاً۔

۳۱- ایضاً۔

New Publication of NIHCR

FOUNDATIONS OF PAKISTAN Vol. III

Edited by

Syed Sharifuddin Pirzada

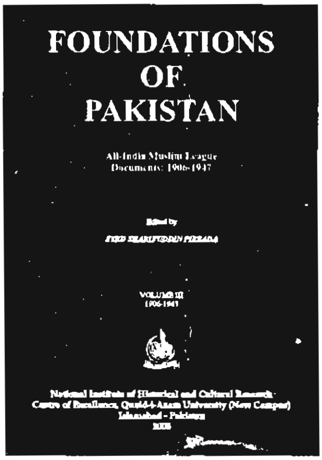

THE BOOK

The proceedings of the annual and special sessions of the All India Muslim League and its Council show how, through a variety of circumstances and vicissitudes, the Muslims of the subcontinent struggled for the establishment of Pakistan under the dynamic leadership of Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah. The documents covering them were published in the two volumes and in this sense the documents are on and about the Foundations of Pakistan and were given the same title. The Foundations of Pakistan (Volume I, II and III) were well received by the scholars, national and international about the Pakistan Movement, and extracts therefrom were quoted by the British, Pakistani, Indian, American and even Soviet authors in their works and writings. References therefrom are found, among others, in Stanley Wolpert's Jinnah of Pakistan, M.J. Akbar's Nehru, Ayesha Jalal's The Sole Spokesman, David Page's Prelude to Partition, K.K. Aziz's History of the Idea of Pakistan and Lal Bahadur's Struggle for Pakistan. The two volumes of Foundations of Pakistan were out of print and there was great demand for their reprint. The said volumes, however, did not include the proceedings of the Working Committee of the Muslim League and hence the third volume was published. It was thought fit to include in the third volume the Addresses and Memorials presented by or on behalf of the Muslim League to the British Government. The famous Address presented to Lord Minto by the Muslim Deputation at Simla on October 1, 1906, and his Reply, Maulana Shibli's speech on separate electorates in 1909 and the historic Fourteen Points of Mr. M. A. Jinnah and the unpublished resolution of the Working Committee of the Muslim League on the partition of the subcontinent adopted on 5th February, 1940 and report of the Committee appointed by the Council of the All-India Muslim League to examine the Wardha Scheme.

Keeping in view their great demand these volumes are being published with some new additions.

SEND YOUR SUBSCRIPTION NOW

NIHCR Centre of Excellence, Quaid-i-Azam University

(New Campus) PO Box No. 1230, Islamabad - Pakistan.